حب اہل بیت کے مخدوم محمد معین ٹھٹوی کے آثار

*ڈاکٹر محمد انس راجپر ** محمد علی لغاری

Effects of Makhdoom Mohammad Moeen Thatvi pertaining to the love of the Progeny of Prophet(PBUH)

Dr. Mohammad Anas Rajpar/Mohammad Ali Leghari

Dr. Mohammad Anas Rajpar/Mohammad Ali Leghari pointed to the love of

in the effects of this great Scholar ie Mohammad ((PBUHthe progeny of Prophet Moeen Thatvi. His effects exhibits his love that is a sum total of his scholarly presentation and in sightedness for which he was blamed to be one of the Shiite sect of

was genuinely the most rightful out of the four caliphs ((A.sIslam. He believed that Ali and was appointed by the Prophet as his deputy and successor. In this regard the article points toward many of his books which are full of praise for the progeny of Prophet's In the end the article indicates that he was the real lover of the Prophet .(PBUH

)(A.sprogeny because each of the articles shows his inclination towards Ahlebait

مخدوم محمد معین ٹھٹوی، 1093ھ میں ٹھٹہ میں پیدا ہوئے۔(۱) سندھ ہی میں تعلیم و تربیت پائی اور وہیں درس و تدریس میں زندگی وقف کی۔ آپ علوم معقول و منقول کے جامع، اصول و فروع کے ماہر، صاحب حال و قال اور زمانے میں لاجواب تھے۔ حدیث و فقہ کے ساتھ فلسفہ اور تصوف کے بھی بڑے ماہر، عالم اور عارف ربانی تھے۔ نقشبندی سلسلہ میں مخدوم ابوالقاسم نقشبندی کے مرید تھے۔ شاہ عبداللطیفؒ سے بھی صحبت تھی۔ شاہ ولی اللہ محدث دھلوی سے اجازت حدیث تھی۔(۲)

آپ جمیع خصائص علمیہ، کشفیہ و ذوقیہ کے ساتھ ساتھ محبت اہل بیت میں یگانہ روزگار تھے۔ محبت اہل بیت سے تو کسی مسلم کو انکار نہیں ہوسکتا، لیکن مخدوم محمد معین ٹھٹوی نے حب اہل بیت میں اس قدر قدم آگے بڑھائے کہ انہیں تشیع کا الزام

☆ شعبہ تقابل ادیان و ثقافت اسلامیہ، جامعہ سندھ جام شورو ☆☆ اسسٹنٹ پروفیسر : شعبہ مسلم ہسٹری جامعہ سندھ جام شورو

دیا گیا۔

ائمہ اثنا عشر اہل بیتؑ بشمول اور امام مہدیؑ کی عصمت کے قائل تھے۔ اس پر انہوں نے جب دراسات میں بحث کیا تو، خود بھی انہوں نے خوف محسوس کیا کہ کہیں ان پر تشیع کا الزام نہ لگایا جائے اور لکھا کہ :

اس بحث سے ایسے الزام کا خوف مجھے کیوں نہ ہو، جب کہ ارباب سیر کے استاد، صاحب سیرت شامیہ نے حضرت علیؓ کے لئے نبی ﷺ کی دعا سے سورج کے لوٹ آنے کی حدیث کی روایت پر کلام کیا اور اس کے رجال کی توثیق کی تو اسے بھی خوف پیدا ہوا کہ انہیں تشیع کا الزام نہ دیا جائے۔

مزید لکھا کہ : جو مجھے اس بحث کی بنیاد پر مذہب غیر اہل سنت کے اتباع کا الزام دے گا، جس سے میرا بری ہونا اللہ سبحانہ جانتا ہے، اس کا گناہ اس کے سر پر ہے" (۳)۔

یہ خوف جس کا مخدوم موصوف کو احساس ہوا، اس میں وہ حق بجانب تھے۔ چنانچہ مخدوم عبداللطیف بن مخدوم ہاشم ٹھٹوی نے ان کے بارے میں لکھا :

"مخدوم معین اکثر جو کہتے اور کرتے تھے، اس میں ان کا اعتقاد تشیع کی طرف مائل ہے" ((۴)

شیخ محمد حیات سندھی نے اظہار غین قرۃ العین فی البکاء علی الحسین میں، جو انہوں نے قرۃ العین فی البکار علی الحسین کے رد میں تحریر فرمایا تھا، قرۃ العین ہی کی سطر اول کے الفاظ "عندفقھائکم" پر ان کا تعاقب کرتے ہوئے لکھا : "شاید مصنف کی مراد ہے ہمارے شیعہ فقہاء کے ہاں نہیں" جس کا مطلب یہ ہے کہ مصنف اہل سنت سے خارج ہیں۔(۵)

مخدوم محمد معین کی کتاب دراسات اللبیب جب 1866ء میں سید نذیر حسین دھلوی کی کوششوں سے پہلی مرتبہ لاہور سے طبع ہوئی، تو دہلی کے علماء نے سید نذیر حسین سے ایک استفسار میں کہا:

"مصنف دراسات ان خیالات کے لحاظ سے شیعہ ہیں، تکیہ کرتے ہوئے محدث کے لباس میں مذہب اہل تشیع کی اشاعت کی ہے" (۶)

دہلی کے ان علماء نے پانچ مسائل سید نذیر حسین دہلوی کی سامنے رکھ کر مخدوم معین کا تشیع ثابت کیا اور سید نذیر حسین کو تنبیہ کی کہ اس کتاب سے رافضیت پھیلے گی۔

اس طرح سے مخدوم محمد معین نے اہل سنت کا دامن بھی تھامے رکھا اور مآخذ اہل سنت ہی سے حُبّ اہل بیت کے ایسے راستے پر چلے کہ انہیں تشیع کا الزام بہرحال اٹھانا ہی پڑا۔ انہوں نے حُبّ اہل بیت میں مآخذ اہل سنت سے باہر نکلنے کی کوشش کہیں نہیں کی لیکن وہ کئی مقامات پر مسلک اہل سنت کے مسلّمات سے بہت دور نکل گئے ہیں۔ اس حوالے

سے ان کا جو نکتہ نظر ہے، یہاں پر اس کو پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔اس موضوع پر انہوں نے کئی رسائل تحریر کئے۔جن میں سے کچھ دستیاب ہیں تو کچھ دستیاب نہیں۔جو دستیاب نہیں ہیں ان کے نام، ان کا ذکر اور حوالہ کہیں نہ کہیں مل جاتا ہے۔انہوں نے شاعری بھی کی اور اس میں بھی ان کا موضوع حُبّ اہل بیت ہی رہا۔

خلفائے اثنا عشر، ائمہ اہل بیت:

جابر بن سمرہ کی خلفائے اثنا عشر کے بارے میں ایک روایت ہے، جس کے بارے میں مخدوم محمد معین کا کہنا ہے کہ یہ اصح الروایات ہے، اور صحیحین نے اس پر اتفاق کیا ہے، (۷) یعنی متفق علیہ روایت ہے۔کہتے ہیں کہ مسلم نے آٹھ طرق سے یہ روایت نقل کی ہے اور ان سب روایتوں کا راوی صحابی صرف ایک جابر بن سمرہ ہے۔اس روایت میں خلفائے اثنا عشر سے مخدوم معین ائمہ اہل بیت مراد لیتے ہیں اور اس خلافت سے وہ خلافت ظاہرہ نہیں خلافت باطنہ مراد لیتے ہیں۔لکھا ہے کہ :ان احادیث کے ائمہ اہل بیت پر حمل سے کوئی مانع نہیں سوائے اس کے کہ خلافت سے نفس مملکت خارجیہ مراد لی جائے اور اس کی کوئی ضرورت بھی نہیں ہے، نہ لفظ کی حیثیت سے نہ مذہب کی حیثیت سے" ۔(۸) وہ کہتے ہیں کہ" ایک قوم اس طرف گئی ہے کہ ہر زمانے میں قطب الاقطاب انہیں کے سوا کسی میں سے نہیں ہوتا ہے" ۔(۹) کتب الاقطاب کیا ہوتا ہے؟ اور اس کی بیعت، مملکت باطنہ پر حاکم ماننے کے لئے، کیا خلافت ظاہرہ کی طرح ضروری ہوتی ہے؟ یہ سمجھانے کے لئے مخدوم محمد معین نے احمد بن علی کی کتاب" الیواقیت والجواھر فی عقائد الاکابر" سے کچھ مختصراً نقل کرتے ہوئے لکھا ہے : حق تبارک وتعالیٰ کسی بندے کو مرتبہ قطابت پر متولی بناتا ہے تو اس کے لئے عالم مثال میں ایک تخت رکھا جاتا ہے، جس پر وہ متوجہ ہو کر بیٹھتا ہے۔جب وہ خلافت کی صورت میں بیٹھتا ہے تو اللہ تعالیٰ عالم کو اس کی سمع وطاعت کی بیعت کا حکم دیتا ہے۔اس بیعت میں ہر ماموراعلیٰ وادنیٰ شامل ہوتا ہے" ۔پھر فرماتے ہیں کہ ائمہ اثنا عشر اپنے نانا صلوات اللہ وسلامہ علیہ کے خلفاء ہیں اور ان کی خلافت اس طرح کی بیعت سے مکمل ہوتی ہے ۔" (۱۰)

جہاں وہ ائمہ اہل بیت کے لئے خلافت باطنہ کو ثابت کرتے ہیں وہیں وہ ان کی خلافت ظاہرہ اور دنیاوی حکومت سے بے رغبتی بھی ثابت کرتے ہیں۔اس کے بارے میں مخدوم موصوف نے واقعہ حرہ کے شروع میں اہل مدینہ کے علی بن حسینؑ کی بیعت پر اجماع اور اس سے ان کے انکار کو دلیل بنایا ہے۔کہتے ہیں کہ امام حسینؑ کوفہ کی طرف حصول خلافت کے لئے نہیں کوفیوں کو چھڑانے کے لئے گئے تھے۔اس کی بڑی دلیل یہ ہے کہ انہوں نے اہل مدینہ سے بیعت نہیں لی پھر مکہ گئے، لیکن اہل مکہ سے بھی بیعت نہیں لی، حالانکہ ان دونوں شہروں میں ارباب اہل حل وعقد موجود تھے۔(۱۱)

خلافت کے سب سے زیادہ حقدار:

ان کا عقیدہ ہے کہ خلافت کے سب سے زیادہ حقدار خلفائے اربعہ ہیں، کیونکہ خلافت کی سب شرائط ان میں موجود

تھیں اور ان کی خلافت کے لئے نصوص بھی موجود ہیں، علیؑ کے بعد اولاد فاطمہ (س) کے استحقاق خلافت میں کوئی شک نہیں لیکن ائمہ اہل بیت امر خلافت سے سخت کراہت رکھتے تھے، ورنہ اگر وہ اپنا حق طلب کرتے تو لوگ کسی اور کی بیعت نہ کرتے۔(۱۲)

تمسک اہل بیت:

اہل بیتؑ سے تمسک کے بارے میں جتنی روایات ہیں، وہ نقل کی ہیں، اس کے بعد کہتے ہیں کہ ان احادیث میں کتاب وسنت اور کتاب وسنت کے علماء یعنی ائمہ اہل بیت کی طرف رغبت دلائی گئی ہے، اور ان سے تمسک کو کتاب اللہ کے برابر کہا گیا ہے۔ موصوف کہتے ہیں کہ اس کے معنی اس کے سوا اور کیا ہو سکتے ہیں کہ وہ اعظم المجتہدین ہیں، ان کے تمسک پر نصوص وارد ہوئے ہیں اور ان کے بغیر کسی اور کے لئے نصوص وارد نہیں ہوئے ہیں۔ ان کو اللہ نے قرآن کی طرح "ثقل" قرار دیا ہے، یہ بتایا ہے کہ ان کی آراء قرآن کی طرح گمراہی سے اور باطل کی طرف بھٹک جانے سے محفوظ ہیں۔ جس طرح قرآن کی اللہ نے حفاظت فرمائی ہے، اس سے نہ کوئی چیز نکالی، نہ اس میں بڑھائی جاسکتی ہے، اسی طرح علوم اہل بیت، جو انہوں نے رسول ﷺ سے نقل کئے ہیں، نہ ان میں کوئی زیادتی ہے نہ نقصان۔(۱۳)

اہل بیت کی کفائت:

کفو یا ''کفائت'' سے مراد ہے ہمسری اور برابری، یعنی مالی، سماجی اور معاشرتی رتبے میں برابر ہونا۔ مخدوم موصوف اہل بیت کے برابر کسی کو نہیں مانتے، احناف کے ہاں ازدواج کے لئے "کفو" ضروری ہوتا ہے، یعنی ایسے افراد جو مالی حیثیت، سماجی رتبے اور معاشرے میں مقام میں برابر ہوں۔ مخدوم موصوف کے ہاں اہل بیت کا کوئی ہمسر، ہم رتبہ، ہم مقام نہیں ہے یعنی ان کا کوئی کفو نہیں ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ موجودہ دور کے قریشی بھی اہل بیت علویوں کے کفو نہیں ہیں۔ البتہ علویوں میں وہ زہراویوں کی تخصیص کے قائل نہیں ہیں۔ اس موضوع پر انہوں نے "ایقظ الوسنان فی بطلان الکفائت لاھل بیت الرضوان" کے نام سے مبسوط کتاب لکھی ہے۔(۱۴)

ایام عاشوراء میں اپنی حالت کو معتدل رکھنے کی تردید:

فقہائے اہل سنت کے مطابق ایام عاشوراء میں غم یا خوشی دونوں میں سے کسی ایک کا اظہار نہ کرنا اور اپنی حالت کو معتدل رکھنا چاہئے، مخدوم معین نے اس کی تردید میں کتاب لکھی اور اسکا نام رکھا "قرۃ العین فی البکاء علی الحسین"

مخدوم موصوف نے اس کتاب میں تعزیہ، ماتم، سیاہ لباس اور نوحہ کو جائز قرار دیا۔ حضرت حمزہؓ کی شہادت کے واقعات اور نبی کریم ﷺ کے فرزند حضرت ابراھیم کی وفات کے وقت آنحضرت کے غم اور یہ کہنے" کہ میرا دل جلتا ہے، آنکھیں برستی ہیں اور اے ابرہیم تیری قرابت کی وجہ سے میں محزون ہوں" کو دلیل بنا کر کہا کہ' اگر نبی کریم ﷺ زندہ ہوتے

تو ماتمی لباس پہننے کو سنت اور عادت بنا لیتے" ۔انہوں نے اہل سنت کے اس موقف کی بھی تردید کی کہ یہ بدعت روافض کا شعار ہے،اس لئے اس سے گریز کرنا چاہئے ۔کہتے ہیں کہ روافض کی بدعتوں میں ان کی مشابہت نہ رکھنی چاہئے، جیسے تبرے کی ان کی مذموم بدعت ہے،اس میں ان کی مشابہت ممنوع ہے،سلف پر ان کے طعن میں ان کی مشابہت اختیار کرنا مذموم ہے جبکہ اہل بیت سے محبت میں ان کی مشابہت مذموم نہیں ہے ۔(۱۵)

کربلا کی مٹی سے ماخوذ مسجہ (سجدہ گاہ) پر سجدہ:

اس کے علاوہ مخدوم موصوف کہتے ہیں کہ روافض اللہ کا ذکر کربلا کی مٹی سے ماخوذ مسجہ (سجدہ گاہ) پر کرتے ہیں، یہ بھی کیونکہ وہ حب اہل بیت میں کرتے ہیں،اس لئے اس مسجہ پر اللہ کے لئے سجدہ کرنا لائق تعریف ہے، یہ ان کے بدعت کا شعار نہیں ہے، بلکہ محب کی حیثیت کا شعار ہے ۔(۱۶)

تقیہ قابل تعریف:

ان کے ہاں تقیہ قابل تحسین ہے، چنانچہ کہتے ہیں :ابن دقیق العید نے شرح شرائع میں اور نووی نے شرح مسلم میں ان کے بارے میں کہا ہے جو فقہاء کے خلاف احادیث پر عمل کرتے تھے، کہ جب انہیں خوف ہوتا تھا کہ جہلاء کے ہاں وہ دین سے خارج نہ سمجھے جائیں، تو وہ حدیث پر عمل مخفی رکھتے تھے ۔چنانچہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے وضو میں" غرہ" کے عمل میں تقیہ کیا، جس پر صادق ابن صادق المصدوق نے کہا : تقیہ میرا دین ہے ۔(۱۷)

تعزیت حسین :

تعزیت سے ان کی کیا مراد تھی؟ آج کل کس طرح تعزیت کی جاتی ہے؟ ۔مخدوم محمد معین نے اس طرح تعزیت کی ۔میر عبدالقدوس شیرازی کو خط لکھا اور ان کے ساتھ امام حسین اور شہدائے کربلا کی تعزیت کی ۔خط کا متن مندرجہ ذیل ہے :

"نعزيكم يا اهل بيت النبوة فى هذه المصيبة القادحة الذى يتقصم بدونها ظهور الابطال الفاتحين على اعتراف القصور فى حقوق العزاء۔ انتم ايها الصفوه فى غناء عن تعزيتنا البتيراء بتعزية الحق سبحانه اياكم وتسليته لكم فى ازل الازال عند قضاء المقادير والآجال بقوله تعالىٰ! انما يريدالله ليذهب عنكم الرجس الآية ثم عزاكم بذالك جدكم رسول الله ﷺ حيث روى انه بعد نزول هذه الآية لم يزل ستة اشهر كلما خرج الى المسجد ويمر بباب فاطمة عليها السلام نظر الى بيتها ويقول :انما يريدالله الآية---الخ

"یعنی اہل بیت نبوت ہم آپ سے اس بڑی مصیبت میں تعزیت کرتے ہیں، جس مصیبت سے بڑے فاتحین کی کمریں ٹوٹ جاتی ہیں، اس اعتراف کے ساتھ کہ ہم حقوق عزاء ادا کرنے سے قاصر ہیں ۔آپ اے بزرگو! ہماری تعزیت سے غنی ہو ۔کیونکہ حق سبحانہ نے اس وقت آپ (اہل بیت) سے تعزیت اور آپ کی تسلی فرمائی ہے جب ازل الآزال میں

اجلیس اور تقدیریں مقرر فرمائیں اس اپنے فرمان سے :انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس۔۔۔الخ

آپ کے نانا رسول اللہ ﷺ نے بھی تعزیت فرمائی۔ چنانچہ مروی ہے کہ اس آیت کے نزول کے بعد مسلسل چھ ماہ تک جب بھی انحضرت ﷺ مسجد سے نکلتے اور فاطمہ علیھا السلام کی در سے گذرتے تو ان کے گھر کی طرف دیکھتے تھے اور کہتے تھے انما یرید اللہ الایۃ(۱۸)۔۔۔الخ

اور ان کا ماننا ہے کہ حسینؑ کی تعزیت جبرائیل نے بھی کی، اس نے بھی سیاہ لباس زیب تن کیا۔ دل عیسیٰؑ، موسیٰؑ اور حضرت ابراہیمؑ خلیل اللہ بھی خون سے لبریز تھا(۱۹)۔

چنانچہ میر عبدالقدوس کی طرف تعزیت میں یہ لکھتے ہیں:

در تعزیت حسین زد جامہ بہ نیل — در سدرۃ منتھی شیوہ جبریل
تا کرد رسول شیشہ پر خون برکف — خونست دل عیسیٰؑ و موسیٰؑ و خلیلؑ

اور کہتے ہیں ماتم حسین میں نہ صرف جبریل گریہ کرتے رہے بلکہ افلاک کی مقدس ارواح وملائکہ بھی ماتم زدہ ہو گئے اور ذات حق کے بارے میں بھی شاید وہ اس کے متمنی تھے کہ وہ بھی گریہ وزاری کریں، لیکن چونکہ وہ اس سے بلند وبالا ہے اس لئے کہا:

از ماتم حسین شدہ در نالہ جبریل — گرچہ بری ست ذات حق از گریہ و درد
گریہ کردند قد سیانِ فلک جامہ را بنیل — ذاتِ نبی بگریہ بود نائب جبریل

غم حسین میں وہ دونوں جہانوں کو سوختہ اور جلا ہوا قرار دیتے ہیں اور حسین کے پرنم لبوں پر ہر آب کو وہ آتش ہوتا ہوا دیکھتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ ماتم میں جو چہرہ سیاہ ہوتا ہے اس پر بدر منیر نور پاشی کرتا ہے۔

ہر آب شد آتش زلب پرنم تو — ای سبط نبی سوخت دو عالم غم تو
بدر است منیر نور پاش دوجہان — روئیکہ شدہ سیاہ در ماتم تو

پھر کہتے ہیں پوری کائنات اور جن وانس پر نوحہ اور گریہ کرنا فرض عین ہے۔ ارشاد فرماتے ہیں:

بر ملک، بر جن وانس این نوحہ آمد فرض عین — ای غریب کربلا جان جہان شاہ حسین

قیامت کے دن جب آدمی سے اعمال کی پرسش ہوگی اس دن، غم حسین کے بارے میں بھی باز پرس کی جائے گی اور مخدوم معین کہتے ہیں کہ جو غم حسین میں نہ مرا ہوگا وہ اس کا کیا جواب دے گا؟ کہتے ہیں:

آن کہ بغمت نمرد را چہ جواب — فردا چو ازین دقیقہ گردد مسئول

اس کے علاوہ وہ کہتے ہیں کہ جو دل سبطین کے عشق سے سرمست رہے گا، وہ ہر ملامت اور برائی سے محفوظ رہے گا:

خالی ز ملامت است و خالی از شین آں دل کہ بود مست ز عشقِ سبطینؑ(۲۰)

مخدوم محمد ھاشم ٹھٹوی کی طرف انہوں نے ایک رباعی لکھ بھیجی، جس میں انہوں نے انہیں مخاطب کرتے ہوئے کہا: کہ ای خوش گو (بھترین باتیں کرنے والے) وشیرین پیغام (میٹھے پیغام دینے والے) واعظ! سیہ رو ہو کر سر بخاک کرتے ہوئے واضح کہہ دے کہ حسین کی تعزیت میں صبر کرنا حرام ہے کیونکہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا ہے کہ صبر اچھا ہے لیکن تیرے سوا اے اللہ کے رسول! رباعی:

ای واعظ خوش کلام شیرین پیغام منبر بسواد قیرگون کن بتمام
باروی سیہ خاک بسر فاش بگو در تعزیت حسین صبر است حرام

قال علی کرم اللہ وجہہ: ''الصبر جمیل الّا علیک یارسول اللہ''

اس کے جواب میں مخدوم محمد ہاشم نے ان کو جو رباعی لکھی اس کا بھی یہاں ذکر کردینا بہتر ہے:

ای عاشق صادق محب خوش نام در تعزیت حسین کن حزن مدام
بیاموز دلت اشک ہمیریز چشم لیکن نہ دہی راز محبت بہ عوام

قال رسول اللہ: الصبر نصف الایمان: رواہ ابو نعیم فی الحلیہ والبیھقی فی شعب الایمان وعن قیس بن عاصم انہ قال: لاتنوحوا فان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نھی عنہ رواہ النسائی فی سننہ(۲۱)

انہوں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی ولایت کو برج اسد سے تشبیہ دی اور حضرت علی کے خطاب اسداللہ اور برج اسد کی مابین تشبیہ کے ذریعے حضرت علیؑ کی شان میں درج ذیل رباعی کہی:

خورشید ولایت ز بروج نشأت میکرد سفر ز شرق ذات و صفات
در نشہ کامل اسد اللہ علیؑ خورشید بخانہ اسداللہ یافت ثبات

اسی طرح ولایت علی کے بارے میں ایک غزل ارشاد فرمایا:

علی ولی چو امامِ مبین ما شدہ بود ہرون توسن افلاک زین ما شدہ بود
بہ گفت بادف و نی مرسا الینما امروز کہ شکل سجدہ بہر سو جبین ما شدہ بود
بہ بزم میکدہ راز ازل عیان دیدم کہ چشم ساقی ما دور بین ما شدہ بود(۲۲)

امام حسین علیہ السلام کے شان میں منقبت ملاحظہ ہو:

ای سبط نبی ترا بہ شر سنجیدہ رخسارہ سر معنیت نادیدند
خاک قدمت فرشتہ در چشم کشد ای آہ سرت بخاک و خون بریدند

ہر آب شد آتش زلب پرنم تو ای سبط نبی سوخت دو عالم غم تو
بدر ست منیر، نور پاش دوجہان روئیکہ شود سیاہ در ماتم تو
ای سبط نبی روشنی چشم بتول برگیر فراق دل حیدرؑ ز رسولﷺ

یزید،ابن زیاد اور شمر پر لعن وطعن:

یزید پر لعنت وملامت کو وہ مستحسن قرار دیتے ہیں اور اس میں ان کی پیروی کرنے والوں پر وہ ناز اور فخر کرنے والے کی وہ تحسین فرماتے ہیں:

نازد ہمہ کس بہ طاعت و نازش من بر لعن یزید است و تولاّی حسین(۲۳)

یزید کو دوزخی، بدمآل اور شجر ملعون قرار دیتے ہوئے کہا:

وان قوم سایہ گیر شجرہ ملعون حق آں زقوم دوزخی بارش یزید بدمآل(۲۴)

یزید کے ساتھ ابن زیاد اور شمر ذوالجوشن کو ان کے دو باز و قرار دے کر ان پر اس طرح لعن وطعن کرتے ہیں:

صد ہزاران لعنت باد بر ابن زیاد صد ہزار اندر ہزاران برسر شمر لعین
آں دو ننگ صد ہزار ابلیس در ظلم وشقا آن دو بازوی یزید رجس راس الخاسرین(۲۵)

مروان بن حکم کی تکفیر:

مخدوم محمد ابراھیم نے القسطاس المستقیم میں لکھا ہے کہ:

”مخدوم محمد معین نے ایک رسالہ تحریر کیا ہے، جس کا نام ہے مواھب سید البشر، اس کا مضمون ہے مروان بن حکم کو کافر قرار دینا باوجود اس کے کہ وہ روات بخاری میں سے ہے“ (۲۶)۔

مواھب سید البشر میں مخدوم محمد معین نے لکھا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ مروان بن حکم لوگوں میں سب سے زیادہ اہل بیت سے بغض رکھنے والا تھا۔ یہ الفاظ انہوں نے بخاری کے شارح ابن حجر سے نقل کئے ہیں جو انہوں نے شرح الھمزیہ میں اختیار کئے ہیں۔ اس پر مخدوم معین مزید کہتے ہیں کہ اس حدیث کا بھی یہی راز ہے جس کو حاکم نے صحیح قرار دیا ہے : عبدالرحمٰن بن عوف نے فرمایا کہ جو بھی بچہ پیدا ہوتا تھا تو اس کو نبیﷺ کے پاس لایا جاتا تھا، تاکہ ان کے لئے دعا فرمائیں، انحضرتﷺ کے پاس مروان بن حکم کو لایا گیا۔ آپ نے فرمایا یہ” وزغ“ بن” وزغ“ ہے اور ملعون ابن ملعون ہے۔(وزغ(*) سے مراد لشکر ترتیب دینے والا ہے)

اس کے بعد مخدوم محمد معین ایک اور روایت بیان کرتے ہیں : کہ انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہﷺ نے

ابامروان پرلعنت کی،اس حالت میں کہ مروان ان کے صلب میں تھا" ۔

ایک روایت انہوں نے یہ بھی نقل کی ہے کہ ابو یحییٰ نخعی رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ میں حسنؓ،حسینؓ اور مروان کے بیچ میں تھا کہ وہ ایک دوسرے کو بُرا بھلا کہہ رہے تھے،تو حسنؓ حسینؓ کو روک رہے تھے ۔مروان نے کہا :اہل بیت ملعون ہیں، اس پر حسنؓ غضبناک ہوئے اور فرمایا :"کیا تم نے کہا کہ اہل بیت ملعون ہیں!؟ اللہ کی قسم تم پر اللہ نے اپنے رسول کی زبان سے لعنت بھیجی ہے جبکہ تم اپنے والد کے پشت میں تھے؟"

اس قول کے مطابق مروان اللہ اور اس کے رسول کے کافر اور مرتد ہوئے (۲۷)

اس کلام کے بعد مخدوم موصوف نے ابن حجر مکی کا وہ کلام بھی نقل کیا ہے جو انہوں نے مروان بن حکم کے دفاع میں فرمایا ہے اور حضور ﷺ کا ایسے الفاظ کہنے کے معمول اور ان سے بشری تقاضے کے طور پر صدور اور ان الفاظ کے بطور دعا صدور کے بارے میں جو ابن حجر نے لکھا ہے (**) وہ بھی بیان کیا ہے لیکن صرف اس بنیاد پر کہ مروان اہل بیت سے سخت عداوت رکھتے تھے، ان کی سب تاویلات کی تردید کی ہے ۔(۲۸)

مخدوم موصوف کہتے ہیں کہ اس امت اور آل رسول ﷺ کی بربادی اور فساد کا سبب بنوامیہ ہیں" اس بارے میں انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے چند احادیث بھی نقل کی ہیں، جن کا ماحصل یہ ہے کہ دین اسلام کے عادلانہ قیام کا خاتمہ بنوامیہ کے ایک فرد سے ہوگا ۔(۲۹) اور ان کا کہنا ہے کہ بنوامیہ کے حکمران سلاطین تھے، خلفاء نہیں تھے ۔عباسیوں کو مسامحتاً خلفاء کہا جا سکتا ہے لیکن بنوامیہ کو مسامحتاً بھی خلفاء کہنا نہیں چاہئے ۔اس حوالے سے وہ سعید بن جمان کا قول نقل کرتے ہیں کہ ان سے کہا گیا کہ بنوامیہ خلافت کا دعویٰ کرتے ہیں تو انہوں نے فرمایا :بنوزرقاء جھوٹ بولتے ہیں، وہ ملوک ہیں اور ملوک میں سے بھی سب سے زیادہ بُرے! موصوف کا کہنا ہے کہ حنفی محققین بنوامیہ پر خلفاء کے اطلاق سے راضی نہیں ہیں، بلکہ بعض تو اپنے زبان کو ان کے ناموں کے ساتھ ملوث کرنے سے بھی محفوظ رکھنا چاہتے ہیں، ان پر خلافت کا اطلاق کرنا تو دور کی بات ہے ۔(۳۰)۔

کہتے ہیں کہ مروان کے فاسق ہونے میں کوئی شک نہیں ۔اس لئے وہ منکرِ حدیث ہوئے ۔ائمہ ارباب صحاح کے ہاں ان سے نقل کردہ بات مردود ہے ۔

کہتے ہیں کہ شیخ نے شرح تخبتہ میں کہا ہے کہ جس کی غلطیاں فحش ہوں اور اس کی غفلت بڑھ گئی ہو اور اس کا فسق ظاہر ہو گیا ہو اس کی حدیث منکر ہے ۔

کہتے ہیں کہ مروان کے فسق کے ظہور میں کوئی بھی شک نہیں ہے ۔اس لئے کہ منکر ہیں ان سے حجت اور دلیل نہ لیا جائے گا۔ یہ بات اس کے خلاف نہیں کہ بخاری نے ان سے روایت لی ہے کیونکہ ان کے بعض روات پر ثقات نے کلام کیا

ہے۔

معاویہ اور عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہما:

مخدوم محمد معین بنوامیہ کو طاغی اور شر الملوک کہتے ہیں، لیکن اس کے ساتھ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ عام بنوامیہ کے لئے ہے، معاویہ اور عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہما کے سوا (۳۱)۔

بنوامیہ کے بارے میں جو روایتیں اسلام کے عادلانہ قیام کے خاتمہ کا سبب ہونے کے بارے میں انہوں نے بیان کی گئی ہیں، ان کے بارے میں بھی وہ کہتے ہیں کہ وہ بنوامیہ کے ہر امیر پر اطلاق ہوں گی، لیکن معاویہ اور عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہما اس میں شریک نہیں، وہ اس سے مستثنیٰ ہیں اور ان کے استثنیٰ کے دلائل بھی موجود ہیں۔ (۳۲)۔

موصوف کہتے ہیں کہ عمر بن عبدالعزیز حقیقت میں مستقل خلیفہ تھے، وہ حق و باطل میں فرق رکھنے والے تھے۔ انہوں نے کئی ظالمانہ رسوم کا خاتمہ کیا، اور رسول اللہ کی جو سنتیں مردہ کی جا چکیں تھیں ان کو پھر سے زندہ کیا۔ اہل بیتؑ سے ایسے طریقہ کے ساتھ چلے، جس سے انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی رضا حاصل کرلی۔ انہوں نے عبداللہ بن حسن بن حسن کو فرمایا جب کوئی حاجت پیش آئے تو آپ وہ مجھے لکھ کر بھیجیں مجھے اپنے دروازے پر آپ کو دیکھتے ہوئے شرم آتی ہے۔ (۳۳)۔

وہ عمر بن عبدالعزیز پر اہل حل وعقد کے اجماع کو بھی مانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگرچہ ان کو سلیمان نے حکومت تفویض کی تھی لیکن اس پر اہل حل وعقد نے اجماع کرلیا تھا۔ حضرت ابوبکر نے چونکہ حضرت عمر کو خلافت تفویض کی تھی، اس لئے تفویض خلافت کو بھی برا نہیں مانتے ہیں، اور اس حوالے سے حضرت معاویہ کو بھی کسی تنقید کے قابل نہیں سمجھتے۔ (۳۴)، البتہ یزید کی حکومت کے بارے میں وہ کہتے ہیں کہ اس پر اجماع منعقد نہ ہوسکا تھا۔

امیر معاویہ کے بارے میں مسلم میں جو روایت ہے اس پر بحث کرتے ہوئے بھی انہوں نے ان کے بارے میں مثبت موقف اختیار کیا۔ لکھتے ہیں کہ مسلم نے اپنے صحیح میں ابن عباس سے روایت کی ہے کہ میں بچوں کے ساتھ کھیل رہا تھا کہ رسول اللہ ﷺ آئے، تو میں دروازے کے پیچھے چھپ گیا۔ ایک قحطانی نے آکر مجھے کہا : جاؤ! معاویہ کو بلالاؤ۔ میں نے واپس آکر کہا کہ وہ کھانا کھارہے ہیں، تو فرمایا کہ : "اللہ اس کا پیٹ نہ بھرے"

اس روایت کے بیان کے بعد سلسلہ کلام کو آگے بڑھاتے ہوئے مخدوم معین فرماتے ہیں کہ یہ تنبیہ کے الفاظ ہیں، ان سے حضرت معاویہ کی تنقیص لازم نہیں آتی، یہ تنبیہ تادیب کے لئے ہے، جو کہ ان کے لئے عین رحمت اور اصلاح ہے اور نبی ﷺ مکارم اخلاق کی تکمیل کے لئے ہی تو مبعوث ہوئے ہیں، تاکہ اللہ کے بندوں کو مقام زلفی تک پہنچا دیں۔ خاص طور پر ان کی صحبت شریف میں حاضر رہنے والوں کو بلند درجات تک پہنچانے کے لئے آئے تھے۔ (۳۵)۔

عباسیوں کے بارے میں خلفاء کے لفظ کا اطلاق:

وہ عباسیوں کو امویوں کی طرح قرار نہیں دیتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ جس طرح علمائے امت نے امویوں کے زعم خلافت کی تکذیب کی ہے اور اہتمام کے ساتھ امیوں سے خلافت کی نفی کی ہے اس طرح عباسیوں کے بارے میں نہیں کیا(۳۶)۔ البتہ وہ کہتے ہیں کہ ان پر خلافت کے لفظ کا اطلاق اگر کیا جائے تو یہ مسامحتاً جائز ہے حقیقت کے اعتبار سے نہیں کیونکہ حقیقت میں خلافت رسول اللہ ﷺ کی نیابت ہے جس کا مقصد دین کے احکامات اور حدود کا قیام ہے، جس میں اپنی خواہشات کا کوئی دخل نہ ہو۔ یہ خلافت تیس سالوں تک رہی اس کے بعد ختم ہوگئی۔(۳۷)۔

" پھر وہ کہتے ہیں کہ احادیث میں امویوں کی طرح عباسیوں کی مذمت نہیں پائی جاتی۔ بلکہ ان کی فضیلت کی ایک روایت خود بیان کرتے ہیں کہ ام الفضل کے پاس سے نبی ﷺ گذرے فرمایا : تم ایک بچے کی حاملہ ہو، جب اس کی ولادت ہو، اس کو میرے پاس لانا۔ کہتی ہیں کہ جب میرے بچے کی ولادت ہوئی تو میں اس کو آنحضرت کے پاس لے کر آئی۔ ان کے دائیں کان میں آذان دی اور بائیں میں اقامت کہی اور اس کا نام عبداللہ رکھا اور فرمایا ابوالخلفاء کو لے جاؤ۔ میں نے عباس کو بتایا، جس کا انہوں نے آنحضرت سے ذکر کیا تو آپ نے فرمایا : "وہ جس طرح میں نے کہا، ابوالخلفاء ہیں"۔

یہ روایت بیان کرنے کے بعد مخدوم موصوف کہتے ہیں کہ یہی وجہ ہے کہ سلف نے ان پر خلفاء کے اطلاق سے احتیاط نہیں کیا، بلکہ بنوامیہ کو خلفاء کہنے سے منع کیا ہے۔

اسی طرح مؤمنین کی امارت کا معاملہ ہے یعنی ان کو امیر المؤمنین کہنے کا معاملہ ہے۔ علی بن موسیٰ رضا نے مامون کے عہد میں مامون کو خط لکھا اور اللہ کی حمد اور نبی ﷺ پر صلوات کے بعد لکھا:

" **اقول و انا علی بن موسی بن جعفر ان امیر المؤمنین عضده الله للسداد و وفقه الله للرشاد۔۔۔الی** آخر۔ ان الفاظ میں مخدوم موصوف عباسیوں پر خلافت کے اطلاق کو بھی جائز قرار دیتے ہیں اور ان کو امیر المؤمنین کہنا بھی جائز سمجھتے ہیں۔(۳۹)

حب اہل بیت پر مختلف تصانیف:

اہل بیت اطہار سے متعلق مختلف عنوانات پر مخدوم موصوف نے کئی تصنیفات یادگار چھوڑی ہیں۔ آخر میں ہم ان کے نام شامل کر دیتے ہیں:

1. **اداء الذمة فیما بدی من عصمة الائمه**
2. **سحق الصلابة لمسئلة الولاية**
3. **تحفة التحریر فیمن نزلت آیت التطهیر**
4. **ابراء العین العمیا فی عدم تبکت البتول الزهراء**

5. رباعیات و قصائد فی مرثیہ سید الشہداء

6. رفع الالتباس فی امر الخاتم و القرطاس

7. رفع الغین فی المنع علی ان المهدی لیس من ولد حسین

8. رسالة فی الجواب عما اورد الشیخ محمد حیات علی مواضع مواهب سید البشر

9. اقوی الذریعة فی الفرق بین الرافضی و الشیعة

10. الحجة الجلیة فی نقض الحکم بالافضلیة

11. رسالہ فی تحقیق اهل البیت

ایک سے لیکر گیارہ نمبر تک رسائل سب کے سب نایاب ہیں، ان کا کوئی خطی نسخہ دستیاب نہیں ہے، کراچی کے مدرسہ مظہر العلوم کے مہتمم حافظ محمد اسماعیل میمن کی ذاتی لائبریری میں رسائل مخدوم محمد معین کی ایک فہرست موجود ہے ان سب رسائل کا اس فہرست میں نام شامل ہے ۔

12. ایقاظ الوسنان فی بطلان الکفائة لاهل بیت الرضوان

اس کے مضامین کی طرف اوپر اشارے کئے گئے ہیں، اس رسالے کا خطی نسخہ علامہ آئی آئی قاضی لائبریری جامعہ سندھ میں موجود ہے ۔

13. قرة العین فی البکاء علی الحسین

اس کے مضامین کا خلاصہ بھی مختصراً اوپر ذکر ہوا ہے، اس کا خطی نسخہ مکتبة الملک عبد العزیز مدینہ منورہ میں موجود ہے ۔

14. الحجة الجلیة فی رد من قطع بالافضلیة

یہ رسالہ مسئلہ افضلیۃ میں مخدوم موصوف نے تحریر کیا ہے، اور موقف اختیار کیا ہے کہ افضلیت خلفاء کا مسئلہ قطعی نہیں ظنی ہے، اس لئے کسی بھی جانب کو کوئی بھی مسلک اختیار کرنے پر بدعتی نہ کہنا چاہئے، اس کا خطی نسخہ قاسمیہ لائبریری کنڈیارو میں محفوظ ہے ۔

15. الرسالة المعینیہ فی تائید الشیعة

یہ رسالہ مسئلہ فدک پر لکھا ہوا ہے، جس میں مخدوم موصوف نے حضرت فاطمۃ الزہراء (س) کے رائے کی تائید کی ہے اور اس پر دلچسپ استدلالات پیش کئے ہیں

16. مواهب سید البشر فی حدیث الائمة الاثناعشر

یہ رسالہ عرصے سے نایاب تھا، ابھی ابھی اس کا ایک خطی نسخہ مولانا آزاد لائبریری جاجعہ علی گڑھ الاسلامیہ سے منظر عام پر آیا ہے، جسے محترم خسرو قاسم نے 2012ء میں شائع کیا ہے ۔

17. القول السوی فی ذکر آباء النبی

اس کا کوئی خطی نسخہ دستیاب نہیں ہوا ہے، مخدوم محمد معین نے اس کا اپنے رسالے غایت ما ظہر لاضعف الانام فی ان الکلام المحتمل لا یوجب الاسلام میں ذکر کیا ہے

نتیجہ:

مخدوم محمد معین بڑے عالم اور صاحب تصانیف کثیرہ تھے، اور اس کے ساتھ ساتھ ان کی ایک وجہ شہرت ان کے محب اہل بیتؑ ہونے کی بھی تھی، ان کی اس حب اہل بیت کی وجہ سے انہیں تشیع کا الزام بھی دیا گیا، جس سے انہوں نے برائت کا اظہار کیا لیکن حب اہل بیت میں اس نے کوئی کمی آنے نہ دی۔ ان کی ہر تصنیف میں ان کی حب اہل بیت نمایاں ہے۔ اس کے باوجود انہوں نے محبت اہل بیت کے مختلف موضوعات پر سترہ عدد تصنیفات یادگار چھوڑی ہیں۔

مصادر و مراجع

قدوسی، اعجاز الحق: گنجینہ تاریخ وفات مشاہیر، قلمی، راشدی کارنر ریسرچ لائبریری، سندھیالوجی، سندھ یونیورسٹی، ص 8:

لکھنوی، عبدالحی، الحسنی: نزھۃ الخواطر 351:

ٹھٹوی محمد معین، مخدوم: ثبت الاسانید، مفید عام لائبریری سہون، قلمی، ص 2:

ٹھٹوی محمد معین، مخدوم: دراسات اللبعب، سندھی ادبی بورڈ جامشورو، 1957ء، ع ص 239۔

ٹھٹوی عبداللطیف، مخدوم، مقدمہ ذب ذبابات الدارسات سندھی ادبی بورڈ 1961ء، ص 1

سندھی، محمد حیات، رد رسالہ قرۃ العین فی البکاء علی الحسین، ورق: ۱

نعمانی عبدالرشید: مقدمہ دراسات ص 84-90

ٹھٹوی، محمد معین: مواھب سید البشر فی حدیث الائمۃ الاثنا عشر، مرتب خسرو قاسم، مولانا آزاد لائبریری، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ، ھندوستان ص 37

ٹھٹوی، محمد معین: مواھب سید البشر فی حدیث الائمۃ الاثناعشر، ص ۴۹

ایضاً، ص ۵۲

ایضاً

ایضاً، ص 57-58

ایضاً، ص 59

ایضاً، 65- 66

ٹھٹوی، محمد معین، مخدوم: "ایقاظ الوسنان فی بطلان الکفائت لاھل بیت الرضوان" قلمی، علامہ آئی آئی قاضی لائبریری، سندھ یونیورسٹی، جامشورو ص 4

ٹھٹوی محمد معین، مخدوم: قرۃ العین فی البکاہ علی الحسین قلمی (فوٹواسٹیٹ) قاسمیہ لائبریری کنڈیارو، ورق 1

ٹھٹوی،محمد معین،مخدوم :قرۃ العین فی البکاء علی الحسین قلمی (فوٹواسٹیٹ) قاسمیہ لائبریری کنڈیارو،ورق2
ٹھٹوی،محمد معین،مخدوم :قرۃ العین فی البکاء علی الحسین قلمی (فوٹواسٹیٹ) قاسمیہ لائبریری کنڈیارو،ورق3
قانع میر علی شیر مقالات الشعراء، ص653۔
ٹھٹوی،محمد معین،مخدوم،قرۃ العین فی البکاء علی الحسین قلمی ورق1
سدھارنگانی،ڈاکٹر: "persian poets of sind"،سندھی ادبی بورڈ،جامشورو،1965ء،ص89
قانع،میر علی شیر ٹھٹوی:مقالات الشعراء،ص841 :۔ نعمان عبدالرشید مقدمہ دراسات ص ۵۲
صبا،محمد مصطفیٰ حسین :تذکرہ روز روشن،صفحہ 132: مطبع شاہجہان دارالاقبال،بھوپال
سدارنگانی،ڈاکٹر،ص88-89
ایضاً، ص25
نعمانی عبدالرشید، مقدمہ دراسات ص26
ٹھٹوی،محمد ابراہیم،القسطاص المستقیم،ص 18: خطی نسخہ مدرسہ مظہر العلوم،کھڈہ،کراچی۔
مواھب،ص29
ایضاً،ص29-30
ایضاً، ص25
ایضاً،ص18
مواھب،ص18
ایضاً،ص20
ایضاً،ص 24
ایضاً،ص 24 ملخص
مواھب،ص32-31
ایضاً، ص33
ایضاً،ص17
ایضاً،33-34

***

قیصر امین پور، شاعر انقلاب و دفاعِ مقدس

*ماریہ علی

Qaiser Ameen Pur the poet of Revolution and Sacred defence.

Maria Ali

The learned researcher has pointed towards the after math of great Islamic revolution its serene and deep effects on the realm of Persian language and literature. He reminds us of various legends of that age of Iran ie Mirdad Aosta, Ali Moalim Damaghani, Moeed Shabzwari, Tahir Safar Zadeh, Ali Daudi: and the most prominent of them being"Qaiser Ameen" Pur who wrote lots of verses about the Islamic Revolution and the sacred defence which was performed for the preservation and continuation of the revolution. This was a turning point in revolution's history which blew a new spirt of Islam among people of Iran who praised him for his artistic works. The writers has given us many specimens of his poetry which are a great work presented by a revolutionary poet to this day.

۱۹۷۹ کا انقلاب ایران فکر و عمل، جد و جہد تلاش و کوشش کی ایسی عملی صورت ہے کہ جس نے دین مبین اسلام سے رہنمائی لے کر لبرلزم اور کمیونزم کے غبار کو مٹایا۔ عوام اور ان کے رہنماؤں کا مقصد اسلام اور قوانین اسلامی کی حاکمیت اور داخلی اور عالمی استبداد کے شکنجے سے رہائی حاصل کرنا تھا۔ "استقلال، آزادی اور جمہوری اسلامی" کے نعروں پر مشتمل انقلاب نے فرعون وقت کو زمین بوس کر دیا۔

شاعر حساس اور معاشرے کے درد آشنا کن ہونے کی وجہ سے معاشرے کی ناہمواریوں، وقوع پذیر ہونے والے حادثات اور موت و حیات کی کشمکش سے بے اعتنائی نہیں برت سکتے اس لئے انقلاب ایران اور اس کے بعد وقوع پذیر ہونے والے واقعات مثلاً ایران عراق جنگ کے بارے میں شاعروں نے اپنے نازک تخیّلات کو عوام کے تفکرات سے

☆ لیکچرار فارسی، گورنمٹ کالج برائے خواتین بھکھی، شیخوپورہ